حیات طیبہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
ایک نظر میں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ناشر

المعہد العالی الاسلامی، حیدر آباد

حیاتِ طیبہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک نظر میں!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ناشر

المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

اِنْ نِلْتِ یَارِیْحَ الصَّبَا یَوْماً إِلٰی أَرْضِ الْحَرَمِ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْہَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمُ
مَنْ وَجْہُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدیٰ مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْھِمَمْ

اے بادِ صبا ! اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو
تو میرا سلام اس روضہ کو پہنچا جس میں نبیٔ محترم تشریف فرما ہیں
وہ جس کا چہرۂ انور مہر نیمروز ہے اور جن کا رُخسارِ تاباں ماہِ کامل ہے
جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا ہے

(سیدنا حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ)

نبوت سے پہلے کی زندگی

● ۲۰/اپریل ۵۷۱ء، پیر کے دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، محققین کے نزدیک یہ ربیع الاول کی ۹/تاریخ تھی، دادا نے آپ کا نام محمد رکھا اور بعض روایت کے مطابق والدہ نے احمد، جب آپ ﷺ بڑے ہوئے تو صاحبزادے کی نسبت سے 'ابوالقاسم' کنیت اختیار فرمائی، والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ، دادا کا عبدالمطلب اور پردادا کا ہاشم، نانا کا وہب، دادی کا فاطمہ اور نانی کا بَرَّۃ، آپ کے والد دس بھائی تھے :

(۱) عباس (۲) حمزہ (۳) ابولہب (۴) ابوطالب (۵) زبیر
(۶) حارث (۷) مُقَوِّم (۸) حَجْل (۹) ضِرَار (۱۰) حضرت عبداللہ

ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے، ابوطالب آپ کے نہایت ہی محسن اور محبوب چچا تھے اور ابولہب اسی قدر بدترین دشمن، — آپ کی پھوپھیاں چھ تھیں :

(۱) اُم حکیم (۲) عَاتِکہ (۳) بَرَّۃ
(۴) اُمَیمَہ (۵) اَرْوىٰ (۶) صَفِیَّہ

ان میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تھا، اور اُم حکیم آپ ﷺ کے والد کی جڑواں بہن تھیں۔

آپ ﷺ کا خاندان والد کی طرف سے اس طرح ہے :

عبداللہ ← عبدالمطلب ← ہاشم ← عَبْدِ مَنَاف ← قُصَیّ ← کِلَاب ← مُرَّۃ ← کَعْب ← لُؤَیّ ← غالِب ← فِہر بن مالک (قریش)۔

والدہ کی طرف سے آپ کا خاندان، کلاب پر جا کر مل جاتا ہے :

آمنہ ← وَہْب ← عبدمناف ← زُہرہ ← کِلَاب۔

● آپ ﷺ کی ولادت سے دو ماہ قبل ہی آپ ﷺ کے والد ماجد کی وفات ہوگئی ، ولادت کے بعد پہلے خود آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ اور پھر ابولہب کی باندی حضرت ثُوَیبَہؓ نے دودھ پلایا، عرب کا دستور تھا کہ دیہات کی خواتین شہر آتیں اور معزز قبائل کے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے لے جاتیں ، بچوں کے سرپرست ان کی مالی مدد کرتے ، اور وہ بھی اس کو پسند کرتے ؛ کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ شہر کے لوگوں کی زبان مختلف قبائل کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ جاتی ہے اور دیہات کے لوگوں کی زبان اصل حالت میں محفوظ رہتی ہے ، چنانچہ حضور ﷺ اس دستور کے مطابق حضرت حلیمہ سَعْدیہؓ کے حوالہ ہوئے ، یہ قبیلہ بنوسعد سے تعلق رکھتی تھیں ، جن کی فصاحت و بلاغت اور عربی زبان و اُسلوب میں مہارت مشہور تھی ، دو سال کی عمر تک حضرت حلیمہ سَعْدیہؓ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور آپ ﷺ کی وجہ سے ہونے والی برکتوں کو دیکھتے ہوئے حضرت حلیمہ کی خواہش پر آپ نے مزید دو سال ان کے یہاں گزارے، آپ کے رضاعی بھائیوں بہنوں (یعنی حضرت حلیمہؓ کے بچوں) کے نام عبداللہ، حذیفہ، اُنَیْسَہ اور شَیْما ہے، آپ ﷺ کے رضاعی والد یعنی حضرت حلیمہؓ کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعُزّیٰ تھا، حضرت ثُوَیبَہؓ اور حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ پر پہلے ایمان لائیں، حارث بن عبدالعزیٰ، عبداللہ اور شیما کو بھی بعد میں قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت ثُوَیبَہؓ کا دودھ حضرت حَمْزَہ ، حضرت جَعْفَر ، حضرت اُم سَلْمہ کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ اور حضرت ثُوَیبَہؓ کے صاحبزادے حضرت مَسْرُوح ؓ نے بھی پیا تھا ، نیز حضرت حلیمہ کے دودھ پینے والوں میں آپ کے چچا زاد بھائی حضرت سُفْیان بن حارث ؓ بھی تھے، اس طرح یہ سب آپ ؓ کے رضاعی بھائی ہوئے، ان کے علاوہ بعض اور خواتین نے بھی آپ ﷺ کو مختصر عرصہ کے لئے دودھ پلایا ہے۔

حضرت آمنہ کا میکہ مدینہ میں تھا ، حضرت عبداللہ کی وہیں وفات ہوگئی تھی ؛ چنانچہ حضرت آمنہ اپنے صاحبزادے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی وفادار باندی حضرت اُم اَیمن کے ساتھ مدینہ گئیں اور واپسی میں '' اَبْوَا '' کے مقام پر حضرت آمنہ کی وفات ہوگئی، اس وقت آپ ﷺ کی

عمر مبارک چھ سال تھی، یہاں سے حضرت اُم اَیمن آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ واپس آئیں اور آپ ﷺ اپنے دادا حضرت عبدالمُطَّلِب کی پرورش میں آ گئے، حضرت اُم اَیمن نے ایک ماں کی طرح بھرپور شفقت ومحبت کے ساتھ آپ کی پرورش کی، آپ ﷺ کہتے تھے کہ یہ میری ''ماں'' کے بعد ''ماں'' ہیں، وہ آپ ﷺ سے بے حد محبت کرتی تھیں، جب عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو دادا نے بھی داغ فراق دیا۔

حضرت ابوطالب آپ کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے، یعنی دونوں کی ماں ایک تھیں، حضرت عبدالمُطَّلِب نے اپنی وفات سے پہلے آپ ﷺ کو حضرت ابوطالب کے حوالہ کر دیا، ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اَسَد بھی آپ سے بے حد پیار کرتی تھیں، جس کا آپ ﷺ نے خود ذکر فرمایا ہے، ان چچا اور چچی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدین کی محبت عطا کی، عبدالمُطَّلِب نے حضرت اُم اَیمن کو بھی آپ ﷺ کی پرورش کے بارے میں خصوصی ہدایت فرمائی، حضرت عبدالمُطَّلِب کے بعد آپ کے حسب وصیت آپ کے چچا 'زبیر' بنو ہاشم کے سردار ہوئے اور تیرہ سال تک سردار رہے، ان کے انتقال کے وقت آپ ﷺ کی عمر ۲۱-۲۲ سال تھی، پھر حضرت ابوطالب بنو ہاشم کے سردار رہے اور ۲۸ سال تک اس ذمہ داری پر رہے، ان کی وفات کے بعد ابولہب سردار ہوئے، جب آپ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً پچاس سال کی تھی۔

● عرب کے عام دستور کے مطابق آپ ﷺ نے بچپن میں بھیڑ بکریاں بھی چرائی ہیں، جب آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال تھی، تو حضرت ابوطالب نے شام کے تجارتی سفر کا ارادہ کیا، حضور ﷺ کے اصرار پر آپ ﷺ کو بھی حضرت ابوطالب نے ساتھ رکھ لیا، راستہ میں ''تیماء'' نامی مقام پر قیام کا موقع ہوا، وہاں ''بُحَیرَہ'' نامی ایک راہب تھا، اس نے آپ ﷺ کے اندر ''خاتم النبیین'' ہونے کی علامتیں دیکھیں، اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر شام کے یہود آپ ﷺ کو پہچان لیں تو کہیں آپ ﷺ کی جان کے درپے نہ ہو جائیں، چنانچہ بحیرہ کی خواہش پر حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کو واپس کر دیا، دوبارہ جب عمر مبارک ۲۵ سال کے قریب ہوئی تو حضرت خدیجہ الکبریٰ کی خواہش پر ان کا مال لے کر آپ ﷺ نے شام کا سفر فرمایا؛ تاکہ وہاں

تجارت کریں اور نفع میں دونوں شریک ہوں، حضرت خدیجہ نے اپنے غلام مَیْسَرَہ کو بھی آپ ﷺ کے ساتھ کر دیا تھا، اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

آپ ﷺ کی دیانت و امانت سن کر اور مَیْسَرَہ کے ذریعہ آپ ﷺ کے احوال جان کر حضرت خدیجہ بے حد متاثر ہوئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کو پیغام نکاح بھیجا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی، حضرت خدیجہؓ کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس سال اور بعض حضرات کی رائے کے مطابق اٹھائیس سال تھی، آپ نے اسے قبول فرمالیا، اس زمانہ میں نکاح کے موقع پر عاقدین میں سے ہر ایک کی طرف سے خطبہ دیا جاتا تھا، جس میں اپنے اپنے خاندان کی تعریف ہوتی تھی؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوطالب نے اور حضرت خدیجہ کی طرف سے وَرْقَہ بن نَوفِل نے نکاح کا خطبہ دیا، مہر کے بارے میں تین روایتیں ہیں: بیس اونٹ، چار سو دینار یا پانچ سو درہم، آپ ﷺ کی طرف سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے سرداران قریش مجلس نکاح میں موجود رہے۔

حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد آپ ﷺ محلہ بنو ہاشم سے حضرت خدیجہؓ کے گھر 'دَارِ خُزَیمہ' منتقل ہو گئے، حضرت خدیجہ کو ان کے بھتیجے حکیم بن حزام نے ایک غلام ''زید بن حارثہ'' دیا تھا، جو اصل میں یمن کے قبیلہ بنوخُزَاعہ کے سردار حارثہ بن شراحیل کے صاحبزادے تھے، جنھیں ڈاکوؤں نے زبردستی آٹھ سال کی عمر میں اغوا کر کے بیچ دیا تھا، حضرت خدیجہ نے اپنے ہونہار غلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے دیا، وہ آپ ﷺ کے ایسے جان نثار ثابت ہوئے کہ والد اور چچا لینے کے لئے آئے پھر بھی آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، نبوت کے بعد بھی وہ آپ کے جاں نثار و محبوب صحابہ رضی اللہ عنہ میں ہوئے۔

● نبوت سے پہلے کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ عبداللہ بن جُدْعَان کے گھر میں اس مقصد سے جمع ہوئے کہ سب لوگ مل کر ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کریں، اور مظلوم کی مدد کریں، اس معاہدہ کو ''حِلْفُ الْفُضُول'' کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک ہوئے، آپ کو یہ معاہدہ اس قدر پسند تھا کہ آپ ﷺ نبوت کے بعد بھی فرماتے تھے کہ اگر اب بھی مجھے ایسے معاہدہ کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔

● جب عمر مبارک ۲۵ سال کی ہوئی، تو خانہ کعبہ میں بارش کی وجہ سے شگاف پڑ جانے کے سبب کعبۃ اللہ کی تعمیر نو انجام پائی، تعمیر کعبہ میں دروازے والی دیوار بنی عبد مَناف اور بنی زُہرَہ کے ذمہ آئی، رُکن یَمَانی اور حَجر اسود کے درمیان کی دیوار بنو مَخزوم اور بنو تَیم نے تعمیر کی، حَطیم والا حصہ بنو عبدالدَّار اور بنو اسد اور بنو عَدِی کے حصہ میں آیا اور پیچھے کی دیوار بنو سَہم اور بنو جُمَح نے تعمیر کی، اس میں جب حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا موقع آیا تو مختلف قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہوئی، اور قتل وقتال کا اندیشہ پیدا ہو گیا، ایسے موقع پر مکہ کے ایک بزرگ ''اُمَیَّہ بن مُغیرہ'' نے تجویز پیش کی کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں آئے، وہ حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھے، کل سب سے پہلے کعبہ میں آنے والی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک چادر منگائی، اس کے وسط میں پتھر رکھا، ہر ہر قبیلہ سے ایک ایک نمائندہ طلب کیا، اور ان سب سے کہا کہ وہ چادر کے کنارے پکڑ کر حجر اسود کو اس جگہ تک لے جائیں، جہاں اسے نصب کیا جانا ہے، پھر جب وہاں پہنچے تو اپنے دستِ مبارک سے پتھر کو اپنی جگہ پر نصب فرما دیا۔

● نبی بنائے جانے سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی، اور کوئی ایسا کام نہیں کیا جو گناہ کا ہو یا جو شرم وحیاء کے تقاضوں کے خلاف ہو، آپ ﷺ کے خصوصی احباب حضرت ابوبکر صدیق، حضرت حکیم بن حزام، اور حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہم تھے، اور یہ سبھی بعد کو مشرف بہ اسلام ہوئے، خوش اخلاقی اور راست گوئی کی وجہ سے نبی بنائے جانے سے پہلے بھی لوگ آپ کو ''امین'' اور ''صادق'' کہا کرتے تھے۔

مکی زندگی

● جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہوئی، تو ایک خاص کیفیت یہ پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ تنہائی کو پسند فرماتے، مکہ کے قریب ایک پہاڑی ''حرا'' کی بلندی پر واقع غار میں جا کر کئی دنوں کے لئے قیام پذیر ہو جاتے اور مسلسل غور وفکر میں مشغول رہتے اور کعبۃ اللہ کی طرف دیکھتے رہتے، حرا کی پہاڑی مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، جس کی اونچائی

تقریباً دو ہزار فٹ ہے، اس پر موجود یہ غار مستطیل شکل میں ہے اور کعبہ رُخ ہے، نیز اندر سے تقریباً چار گز لمبا پونے دو گز چوڑا اور قدآدم اونچا ہے، اور فرش قدرتی طور پر مسطح ہے۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ تقریباً چھ ماہ سے ایک خاص بات یہ پیش آنے لگی کہ آپ ﷺ خواب دیکھتے اور وہ دن کے اُجالوں میں حقیقت بن کر ظہور پذیر ہوتا، اس درمیان ایک شب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، انھوں نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ سے لگا کر بھینچا اور کہا: ''پڑھیے! آپ ﷺ نے فرمایا: مین پڑھا ہوا نہیں ہوں'' تین بار اسی طرح ہوا، پھر ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ'' کی ابتدائی آیات آپ ﷺ پر نازل ہوئیں، اس طرح آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا تاج پہنایا گیا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ تھی، قرآن مجید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا، بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق ۱۴/اگست ۶۱۰ء کا واقعہ ہے۔

آپ ﷺ اس واقعہ سے گھبرا گئے، گھر آئے، حضرت خدیجہؓ سے ذکر فرمایا، حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، مہمانوں کو پناہ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ضائع نہیں کر سکتے، مکہ میں توراۃ وانجیل کے ایک بڑے عالم وَرَقَہ بن نَوفِل تھے، یہ حضرت خدیجہؓ کے قریبی عزیز تھے اور انجیل کا سُرُیانی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے، حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو ان کے پاس لے گئیں اور ان سے پوری کیفیت سنائی، حضرت ورقہ بن نوفل نے حالات سن کر اور خود سوالات کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا، ورقہ نے اطمینان دلایا اور کہا کہ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی قوم نکال دے گی، آپ ﷺ کو اس پر حیرت ہوئی، ورقہ نے کہا کہ جس شخص کو بھی اس منصب سے نوازا گیا ہے، اس کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے۔

اس کے بعد ابتداءً تین سال تک آپ خاموشی سے لوگوں کو دین کی طرف بلاتے رہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دین حق کی طرف

بلائیں: ''اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ، وَ اخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ''(الشعراء: ۲۱۴،۲۱۵) تو آپ ﷺ نے بنو ہاشم کو کھانے پر مدعو کیا اور ان کے سامنے دینِ حق کا پیغام رکھا، ابولہب نے سختی سے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور تنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جنھوں نے کمسنی کے باوجود تائید وتقویت کا اعلان کیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا: ''فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ''(حجر: ۹۴) پھر تمام اہل مکہ کو دعوت دینے کے لئے آپ ایک صبح صفا کی پہاڑی پر چڑھے، اور مکہ کے قدیم دستور کے مطابق ندا لگائی، سارے لوگ جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا اور امانت دار پایا یا خائن؟ سبھوں نے کہا کہ آپ صادق وامین ہیں! پھر آپ نے مزید اطمینان کے لئے فرمایا: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمنوں کی فوج ہے جو حملہ کرنا چاہتی ہے، تو کیا تم اسے سچ مانو گے؟ لوگوں نے کہا: گو بظاہر یہ خبر غیر متوقع ہوگی؛ لیکن اگر آپ کہیں گے تو ہم قبول کریں گے، پھر آپ نے ان پر توحید ورسالت کو پیش فرمایا، ابوجہل اور ابولہب نے سنتے ہی مخالفت شروع کردی، اور اس وقت کسی شخص نے بھی آپ ﷺ کی دعوت قبول نہیں کی۔

● نبوت کے بعد آپ ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال گذارے، آپ ﷺ کی دعوت پر عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا، ابتدائی دور میں جن لوگوں کو قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا، ان کو ''سابقون اولون'' بھی کہا جاتا ہے، ان کے نام یہ ہیں :

حضرت بلال حَبَشی، حضرت خَبَّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت زُبیر بن عَوَّام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ، حضرت سَعد بن ابی وَقَّاص رضی اللہ عنہ، حضرت طَلْحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسَلَمہ عبداللہ بن عبدالاَسَد رضی اللہ عنہ، حضرت اَبوعُبَیدہ عامر بن عبداللہ بن الجَرَّاح رضی اللہ عنہ، حضرت اَرْقَم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن مَظْعُون رضی اللہ عنہ،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا، حضرت اُم الفَضل لُبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ)، حضرت اَسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا، حضرت یاسر بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سُمَیَّہ بنت مسلم رضی اللہ عنہا، حضرت عُبَیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت نُعَیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت جَعفَر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جَحش رضی اللہ عنہ، حضرت سائب بن مَظعُون رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ، حضرت قُدَامہ بن مَظعُون رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت مسعود بن رَبِیعَہ رضی اللہ عنہ، حضرت خُنَیس بن حُذَافہ سہمی رضی اللہ عنہ، حضرت عَیَّاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور مکہ کے باہر کے لوگوں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔

نبوت کے بعد تیرہ سالہ مکی زندگی میں جو اہم واقعات پیش آئے، وہ اس طرح ہیں :

● چوں کہ اس دور میں کھلے طور پر اسلام کی دعوت نہیں دی جاسکتی تھی، اس لئے آپ ﷺ نے اپنے جان نثار صحابی حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے محفوظ مسکن دَارِ ارقم کو اپنے کام کا مرکز بنایا، جو صفا کی پہاڑی پر واقع تھا، آپ یہیں سے دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیتے اور جو لوگ مسلمان ہوجاتے، ان کی تربیت فرماتے۔

● سنہ ۶ ؍نبوی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ان دونوں کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت قوت پہنچی۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت اور توجہ کے ساتھ دعوت کا کام کرتے رہے، جو صحابہ ایمان لاچکے تھے، انھوں نے بھی اپنے دوستوں کو ایمان کی دعوت دی اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے، آپ ﷺ نے حج کے اجتماع اور عکاظ کے میلہ میں بھی دعوت پیش فرمائی، اس طرح پورے جزیرۃ العرب میں اسلام کی آواز پہنچ گئی۔

● اہل مکہ نے مسلمانوں اور خاص کر اسلام قبول کرنے والے غلاموں کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں، لیکن سب کے سب ایمان پر ثابت قدم رہے، جن غلاموں کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں، ان میں حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت زبیر، حضرت حمامۃ، حضرت یاسر، حضرت سمیہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، راہ حق میں جن کا پہلا خون ناحق بہایا گیا، وہ حضرت سمیہؓ ہیں، جنھیں ابوجہل نے نہایت بے دردی سے شہید کر دیا، جو لوگ غلام نہیں تھے، ان کو بھی کچھ کم تکلیفیں نہیں دی گئیں، ان تکلیف اٹھانے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت زُبیر، حضرت طلحٰہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف، حضرت ابوحُذیفہ بن عُتبہ اور حضرت مُصعَب بن عُمَیر رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

● خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی گئیں، آپ کے مکان کی دونوں جانب ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کا مکان تھا، یہ دونوں پڑوسی آپ کے گھر میں گندگی اور کوڑا کرکٹ پھینک دیتے، آپ کی دونوں صاحبزادیاں حضرت رُقیّہؓ اور حضرت اُم کُلثُومؓ نبوت سے پہلے ابولہب کے دو بیٹوں عُقبہ اور عُتَیبہ سے منسوب تھیں، ابولہب نے دباؤ ڈال کر یہ نسبتیں توڑ دیں، ابولہب کی بیوی اُمِّ جَمیل بھی آپ کو ہمیشہ برا بھلا کہتی رہتی، آپ کی عداوت میں ابوجہل بن ہشَام، عُقبہ بن ابی مُعِیط اور ابولہب خاص طور پر پیش پیش تھے۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ دین سے روکنے کے لئے پیش کش کی گئی کہ اگر آپ ﷺ حکومت چاہتے ہیں تو اہل مکہ آپ ﷺ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے، دولت چاہتے ہیں تو سب لوگ مل کر دولت وثروت اکٹھا کر دیں گے، اور کسی حسین لڑکی سے نکاح کے خواہش مند ہیں تو ان سے نکاح کر دیں گے، آپ ﷺ نے اس کے جواب میں قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں اور انھیں دین کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کی۔

● جب وہ اس سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کے محسن اور سب سے بڑے پشت پناہ حضرت ابوطالب سے کہا کہ یا تو آپ اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی دعوت سے روکیں یا پھر آپ بھی میدان میں آجائیں؟ — حضرت ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: بھتیجے! بوڑھے چچا پر اتنا ہی بوجھ ڈالو، جتنا وہ برداشت کر سکے، یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو

آ گئے، آپ ﷺ نے سمجھا کہ شاید چچا کا سہارا بھی ختم ہونے والا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند رکھ دیں، تب بھی میں اس دعوت سے باز نہیں آ سکتا — آپ ﷺ کے اس عزم کو دیکھ کر ابوطالب نے کہا: تم جو کچھ کرتے ہو کرتے رہو، میرے جیتے جی کوئی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

● مکہ والوں کی اذیت رسانی کو دیکھتے ہوئے نبوت کے پانچویں سال رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دے دی؛ چنانچہ رجب ۵ ؍نبوی، مطابق ۶۱۴ء میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شُعَیبہ کی بندرگاہ سے حبش کے لئے روانہ ہوئے، ان کے نام اور ان کے قبائل کے نام اس طرح ہیں:

(۱)	حضرت عُثمان بن عَفَّان رضی اللہ عنہ	(بنی اُمَیَّہ)
(۲)	حضرت ابوحُذَیفہ بن عُتْبہ رضی اللہ عنہ	(بنی عَبدِ شمس)
(۳)	حضرت ابوسلمہ بن عبدالاَسَد رضی اللہ عنہ	(بنی مخزوم)
(۴)	حضرت عامر بن رَبیعہ رضی اللہ عنہ	(بنی عَدِی کے حلیف)
(۵)	حضرت ابوسَبُرَہ بن ابی رہم عامر رضی اللہ عنہ	(بنی عامر)
(۶)	حضرت زُبیر بن العَوَّام رضی اللہ عنہ	(بنی اَسَد)
(۷)	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	(بنی زُہرَہ)
(۸)	حضرت عثمان بن مَظْعُون رضی اللہ عنہ	(بنی جمح)
(۹)	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	(بنی ھُذَیل)
(۱۰)	حضرت مُصعَب بن عُمَیرَ رضی اللہ عنہ	(بنی عَبدِ الدار)
(۱۱)	حضرت سُہَیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ	(بنی حارث)
(۱۲)	حضرت رُقَیَّہؓ زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	(بنی ہاشم)
(۱۳)	حضرت سَہلَہؓ زوجہ حضرت ابوحُذَیفہ رضی اللہ عنہ	(بنی عامر)
(۱۴)	حضرت اُمِّ سَلَمہؓ زوجہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ	(بنی مخزوم)
(۱۵)	حضرت لیلیٰؓ زوجہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ	(بنی عَدِی)

مہاجرین حبشہ کو کسی طرح یہ غلط خبر پہنچی کہ مکہ کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، چنانچہ کچھ لوگ واپس آ گئے، لیکن مکہ میں تو مسلمانوں کے خلاف جور وستم اپنے شباب پر پہنچ چکا تھا؛ اس لئے نبوت کے چھٹے سال کے اوائل میں دوبارہ مسلمانوں کا وفد حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا، اس طرح حبشہ میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں جمع ہو گئے، ان ہی جانے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ بھی تھے، اہل مکہ نے پہلے تو ہجرت کرنے والوں کا تعاقب کیا اور روکنے کی کوشش کی، لیکن جب اس میں کامیابی نہ ہو سکی تو حبشہ کو تحائف لے کر اپنا نمائندہ بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاہ حبش کے نام ایک خصوصی مکتوب روانہ فرمایا تھا، جس میں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی تھی، اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جو نمائندے گئے تھے، وہ تھے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ، ان نمائندوں نے پہلے تو شاہ حبش اَصْحَمَہ نجاشی کو تحفہ پیش کیا اور دوسرے مذہبی پیشواؤں کو تحائف دے کر ہموار کیا، پھر بادشاہ کے سامنے اپنی درخواست پیش کی؛ کہ یہ ہمارے بھاگے ہوئے غلام ہیں، انھیں واپس کر دیا جائے، بادشاہ نے مسلمانوں سے صفائی طلب کی، مسلمانوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنا ترجمان بنایا، انھوں نے نہایت برجستہ، مؤثر اور حقیقت پسندانہ خطاب کیا اور سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ سنایا، بادشاہ ان کے خطاب سے بہت متأثر ہوا اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں امان دے دی۔

قریش کے نمائندوں کو یہ بات بہت گراں گذری، چنانچہ دوسرے دن انھوں نے ایک نیا نکتہ اُٹھایا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جو آپ کے لئے بالکل قابل قبول نہیں، مسلمانوں کو دوبارہ طلب کیا گیا، یہ بڑا نازک موقع تھا، تمام مسلمانوں نے طے کیا کہ اسلام کا جو عقیدہ ہے اس کو بے کم وکاست پیش کیا جائے؛ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، وہ اس کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں، جسے اللہ نے کنواری مریم پر القاء کیا تھا'' نجاشی نے کہا کہ تم نے جو کہا، وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ ہے۔

● حبشہ میں اہل مکہ کی مہم ناکام ہونے کے بعد قریش کا ایک اور وفد حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک خوبصورت قریشی نوجوان عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لایا اور پیش کش کی کہ اس خوبصورت نوجوان کو قبول کرلیں اور اس کے بدلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کردیں، حضرت ابوطالب نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ بات تو خوب رہی کہ میں تمہارے بچے کی پرورش کروں اور اپنے لڑکے کو قتل کے لئے حوالہ کردوں، —— اس طرح آپ نے اس نامعقول پیشکش کو نامنظور فرمادیا۔

● نبوت کے ساتویں سال کا ایک اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالب کی طرف سے حضور صلی اللہ کی پشت پناہی کے پس منظر میں بنو ہاشم، بنومُطَّلِب اور بنوعبد مَنَاف کا بائیکاٹ کردیا گیا، اس بائیکاٹ میں جو دفعات لکھی گئیں، وہ یہ تھیں: ''ان لوگوں سے کوئی خرید وفروخت نہ کی جائے، نہ انھیں لڑکیاں دی جائیں اور نہ ان سے لڑکیاں لی جائیں، ان سے گفتگو نہ کی جائے، کوئی حمایتی خوراک پہنچائے تو پہنچنے نہ دی جائے، اور انھیں گلیوں اور بازاروں میں گھومنے پھرنے نہ دیا جائے، یہ بائیکاٹ اس وقت تک رکھا جائے جب تک بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ نہ کردیں'' —— نیز انھیں واجب التعمیل بنانے کے لئے بیت اللہ کی چھت سے لٹکا دیا گیا، یکم محرم سن ۷ نبوی میں یہ معاہدہ لکھا گیا، حضرت ابوطالب بنو ہاشم اور بنومطلب کو ساتھ لے کر شَعْبِ اِبی طالب نامی گھاٹی میں مقیم ہوگئے، بنو ہاشم میں ابولہب حضرت ابوطالب کے ساتھ نہیں آیا اور وہ دشمنان رسول کے ہی خیمہ میں رہا، نبوت کے نویں سال کے اختتام پر یہ بائیکاٹ ختم ہوا، اس بائیکاٹ کو ختم کرنے میں ہِشَام بن عَمْرو بن حارث، زُبیر بن اَبی اُمیہ، مُطْعِم بن عَدِی بن نَوفِل، اَبوالبَخْتَری بن ہشام اور زَمْعَہ بن اَسْوَد پیش پیش تھے، جب ان سرداروں نے معاہدہ نامہ پھاڑنے کے لئے نکالا تو پورا معاہدہ نامہ دیمک خوردہ تھا، صرف اللہ تعالیٰ کا مبارک نام محفوظ تھا۔

● نبوت کے ۱۰/ویں سال آپ ﷺ کے ساتھ دو بڑے حادثات پیش آئے، ایک یہ کہ ۱۱ رمضان ۱۰ نبوی میں آپ ﷺ کی غمگسار رفیق حیات اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال

ہوگیا، دوسرے آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب بھی داغ فراق دے گئے، اہل مکہ کی ایذاء رسانیوں کے مقابلہ میں ظاہری طور پر آپ ﷺ کو سہارا دینے والے اور دلداری کرنے والے یہی دونوں تھے؛ اس لئے اس واقعہ سے آپ ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا اور آپ ﷺ نے اس سال کو ''عام الحزن'' (غموں کا سال) قرار دیا۔

● سنہ ۱۰ر نبوی ہی میں آپ ﷺ نے اہل مکہ کی بے رُخی دیکھتے ہوئے طائف کا سفر فرمایا کہ شاید وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں؛ لیکن اہل طائف کا سلوک اہل مکہ سے بھی بدتر ثابت ہوا، انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بہت بدسلوکی کا معاملہ کیا، اس طرح آپ ﷺ پر پتھر برسائے کہ جسم لہولہان ہوگیا، اور نعلین مبارکین میں خون کی تہیں جم گئیں، اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ سفر ۲۷ر شوال ۱۰ نبوی میں ہوا تھا۔

● رجب سنہ ۱۰ر نبوی میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معراج سے سرفراز فرمایا، حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ سے بیت المقدس گئے، بیت المقدس میں آپ ﷺ نے انبیاء کی امامت فرمائی، پھر وہاں سے آپ ﷺ کو آسمان پر لے گئے، ساتوں آسمان کی سیر کرائی، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت اِبراہیم علیہ السلام، حضرت اِدْرِیس علیہ السلام، حضرت یوسُف علیہ السلام وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں اور جنت و دوزخ کے بھی مناظر دکھائے گئے، اسی موقعہ سے آپ ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، جو بار بار کی درخواست پر پانچ باقی رہ گئیں، اسی موقعہ پر سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر القاء فرمائیں، ابوجہل اور اہل مکہ نے اس واقعہ پر خوب استہزاء کیا اور حضرت ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ عنہ نے خوب خوب تصدیق فرمائی، اور آخر ''صِدِّیق'' قرار پائے۔

● حج کے موقع سے عرب کے کونے کونے سے لوگ مکہ و منیٰ پہنچتے تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ ان پر دعوت حق پیش فرماتے تھے، اکثر قبیلوں کا جواب انکار کا ہوتا تھا، سن ۱۰ر نبوی کے حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات مدینہ کے وفد سے ہوئی، آپ ﷺ نے ان پر دعوت اسلام پیش کی، اور چار مردوں اور دو عورتوں نے اسلام قبول کیا، آئندہ سال حج کے موقع سے

دوبارہ اہل مدینہ سے ملاقات ہوئی، یہ بارہ آدمی تھے، جن میں سے پانچ گذشتہ سال کے اہل ایمان تھے اور سن ۱۳ نبوی میں ۷۳ مرد اور دو عورت مسلمان ہوئے، آپ ﷺ نے ان مسلمانوں کے لئے بارہ نُقَبَاء (سردار) بھی منتخب فرمائے، جن میں نو کا تعلق بنوخزرج تھا اور تین کا بنی اَوْس سے، اس موقعہ سے اہل مدینہ سے بات طے پا گئی کہ مسلمان اگر ہجرت کر کے مدینہ جائیں گے تو مدینہ کے لوگ پناہ دیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا، آہستہ آہستہ لوگ مدینہ منتقل ہونے لگے، یہاں تک کہ صرف چند مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں تھے، بالآخر آپ ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم ملا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت طے پائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں خاص اسی مقصد کے لئے خرید رکھی تھیں اور مدینہ کا راستہ بتانے کے لئے ایک رہنما بھی طے کر لیا تھا، ایسے راستہ بتانے والے کو ''دلیل'' کہا جاتا تھا۔

ادھر جب اہل مکہ نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں جمع ہو گئے ہیں اور انھیں خیال ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے جائیں گے تو انھوں نے دارالندوہ میں مشورہ کیا اور مشورہ میں یہ بات طے پائی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک نوجوان تلوار لے کر آپ ﷺ کے دولت خانہ کا محاصرہ کر لے، اور سب لوگ ایک ساتھ مل کر آپ ﷺ پر اس وقت حملہ کر دیں، جب آپ ﷺ صبح کو باہر آئیں، تمام قبائل کی شرکت کی وجہ سے بنوہاشم سبھوں سے بدلہ نہیں لے سکیں گے، اسی رائے پر اتفاق ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دے دی، آپ ﷺ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیں، اپنے بستر پر ان کو سلا دیا اور ایک مشت خاک پھینکتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے، دشمنوں کو کوئی خبر بھی نہ ہوسکی، آپ ﷺ سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور ۲۷؍صفر ۱۳ نبوی بروز جمعرات ان کو ساتھ لے کر ''ثور'' نامی پہاڑ کے اونچے غار کی پناہ لی، تین دنوں وہیں مقیم رہے، پھر یکم ربیع الاول ۱۳ نبوی بروز اتوار شب کو مدینہ کی طرف نکلے، یہ قافلہ چار آدمیوں —— آپ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر کے غلام اور راستہ بتانے والے والا شخص عبداللہ بن اُرَیقِطْ —— پر مشتمل تھا، مورخہ ۸؍ربیع الاول ۱۳ نبوی، مطابق ۲۰؍ستمبر ۶۲۲ء

روز پیر کو قباء پہنچے، قباء میں آپ ﷺ کا قیام چودہ دنوں تک رہا اور یہیں آپ ﷺ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی، قباء میں انصار کے قبائل نے آپ ﷺ کا نہایت گرم جوش استقبال کیا، آپ ﷺ نے جمعہ کے دن یہیں نماز جمعہ ادا فرمائی، یہ اسلامی تاریخ کا پہلا جمعہ تھا، پھر اسی دن قباء سے مدینہ تشریف لائے، مدینہ میں انصار نے بڑی ہی محبت کے ساتھ آپ ﷺ کا گرم جوش خیر مقدم کیا، ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کا قیام اس کے گھر پر ہو، آخر آپ ﷺ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر رکی اور آپ ﷺ ان ہی کے مہمان ہوئے، اس طرح اسلام کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

مدنی زندگی

● مدینہ آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر دو اہم کام تھے، ایک: مسلمانوں کی تربیت، دوسرے: پورے جزیرۃ العرب اور اس سے باہر اسلام کی دعوت پہنچانا، اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے مدینہ میں امن وامان اور بھائی چارہ کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش فرمائی اور اس سلسلہ میں دو اہم قدم اٹھائے، ایک تو مسلمان، یہودیوں اور مدینہ کے دوسرے غیر مسلموں کے درمیان ایک تحریری معاہدہ کرایا اور اس پر تمام قبائل کے نمائندوں کے دستخط لئے، اس معاہدہ کا حاصل یہ تھا کہ ہم سب باہم امن کے ساتھ رہیں گے، اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کے معاملہ میں دخل دینے سے گریز کریں گے، اور اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو ہم سب مل کر مدافعت کریں گے، یہ معاہدہ ہجرت کے پانچویں ماہ ہوا۔

دوسرے: آپ ﷺ نے مکہ سے آنے والے مہاجرین اور مدینہ کے رہنے والے انصار کے درمیان 'مواخات' یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا، اس طرح کہ ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنادیا گیا اور ان کے تمام تعلقات بھائی بھائی کی طرح رکھے گئے، اس سے جہاں بے سہارا مہاجرین کے لئے ٹھکانہ کا نظم ہوا، وہیں محبت واخوت کا ماحول پیدا ہوگیا۔

● مدینہ میں آپ ﷺ نے آنے کے ساتھ ہی مسجد کی فکر کی اور دو یتیم بچے حضرت سَہل

اور حضرت سُہَیل رضی اللہ عنہما کی زمین خرید کر (جس کی قیمت دس دینار طے ہوئی) خود اپنے رفقاء کے ساتھ مسجد کی تعمیر فرمائی، اس مسجد کا طول وعرض مشہور محدث امام زُہریؒ کے بقول تقریباً سوسو ہاتھ تھا اور سطح زمین سے مسجد کی اونچائی اٹھارہ انچ رکھی گئی تھی۔

● مدینہ میں مسلمانوں کا اس طرح سکون سے رہنا اور اپنے دین کی تبلیغ کرنا اہل مکہ کو گوارہ نہ ہوا، اس لئے انھوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگی مہمات شروع کردیں، چنانچہ بارہ صفر سن دو ہجری میں مسلمانوں کو جہاد اور ظالموں کے خلاف تلوار اٹھانے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے مسلح جدوجہد کی اجازت ملی اور جہاد کے سلسلہ کی اجازت میں آیت نازل ہوئی، یہ آیت سورہ حج کی آیت نمبر: ۳۹ ہے، بعض روایات میں پہلی آیت جہاد کی حیثیت سے سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰ کا ذکر آیا ہے، مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر پہلا باضابطہ حملہ رمضان ۲ھ میں ہوا، مسلمانوں کو اطلاع ہوئی، وہ بھی آگے بڑھے اور مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر بدر کے میدان میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، مشرکین مکہ کی تعداد ایک ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا، ۱۴ مسلمان شہید ہوئے، ۷۰ مشرکین مکہ مارے گئے اور ۷۰ قید کئے گئے، آپ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک فرمایا، ان میں جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے، ان کے لئے دس مسلمان بچوں کو پڑھانا لکھانا فدیہ قرار دیا گیا اور بقیہ قیدیوں سے مالی فدیہ وصول کیا گیا، نیز انھیں بہت اعزاز واکرام کے ساتھ نئے کپڑے پہنا کر رخصت کیا گیا۔

● مدنی زندگی کے ابتدائی واقعات میں ایک یہ ہے کہ مدینہ سے مکہ اور بیت المقدس دو مخالف سمتوں میں واقع تھے؛ اس لئے نماز میں کسی ایک ہی طرف رُخ کیا جاسکتا تھا، چنانچہ ابتداءً آپ ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا، پھر سولہ مہینوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ قبلۂ نماز متعین ہوا، اسی سال غزوہ بدر کے بعد حضرت فاطمۃ الزُہراؓ کا نکاح سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا، یہ واقعہ ذی الحجہ، محرم یا صفر کا ہے۔

● بدر سے فارغ ہوکر آئے ہی تھے کہ آپ کو یہودیوں کے ایک قبیلہ بنی قَیْنِقاع کی

بدعہدی کا سامنا کرنا پڑا، آپ ﷺ جنگ سے بچنا چاہ رہے تھے، لیکن ان کے معاندانہ رویہ سے مجبوراً جنگ کی نوبت آئی اور بنی قینقاع نے ہتھیار ڈال دیا، پھر انھیں جلاوطن کر دیا گیا۔

● بدر کی شکست فاش نے اہل مکہ کو جذبۂ انتقام سے لبریز کر دیا، اور آئندہ سال پھر اہل مکہ زیادہ تیاریوں کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے، مسلمانوں نے مدینہ سے باہر نکل کر 'اُحد' کے دامن میں دشمنوں سے مقابلہ کیا، اس جنگ میں مشرکین مکہ کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمانوں سات سو کے قریب تھے، ابتداء میں مسلمان غالب تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ جہاں مقرر کیا تھا اور اس پر جمے رہنے کی ہدایت کی تھی، مسلمانوں کو غالب آتے ہوئے دیکھ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے —— جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے —— اس سمت سے حملہ کر دیا، اس طرح مسلمانوں کی فوج دونوں طرف سے گھر گئی، ۷۰ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان شہیدوں میں تھے، ان کی نعش مبارک کا دشمنوں نے مُثلہ بھی کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے، اور آپ ﷺ خون سے لہولہان ہو گئے، بلکہ آپ ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی، یہ معرکہ شوال تین ہجری میں ہوا، تاریخ میں اختلاف ہے؛ لیکن زیادہ تر لوگوں کی رائے ہے کہ یہ سات شوال ہفتہ کا دن تھا اور شمسی لحاظ سے ۳۱/ مارچ ۶۲۵ء کی تاریخ تھی۔

● ہجرت کے چوتھے سال دو اہم واقعات پیش آئے، ایک یہ کہ نجد کے قبیلہ کلاب کا سردار ابو براء عامر بن مالک مدینہ حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے خواہش کی کہ آپ اپنے رفقاء کی ایک جماعت میرے ساتھ بھیجئے، اُمید ہے کہ نجد میں بسنے والے قبائل مسلمان ہو جائیں گے، آپ ﷺ نے اہل صُفَّہ میں سے ستر قراء یعنی قرآن مجید کے عالموں کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا اور حضرت مُنذِر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا، لیکن قبیلہ کے لوگوں نے بدعہدی کی اور یہ ستر صحابہ شہید کر دیئے گئے، یہ واقعہ چوں کہ بیئرِ مَعُوْنَہ کے پاس صفر سنہ چار ہجری میں پیش آیا، اس لئے یہ اسی نام سے مشہور ہے، آپ ﷺ نے اس واقعہ کے بعد چالیس دن تک نماز فجر میں ان کے خلاف قنوت نازلہ پڑھی، آخر یہ پوری بستی طاعون کی وباء میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئی۔

● یہودیوں کا ایک اہم قبیلہ بنونَضِیر تھا، جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ میں شامل تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ایک گھناؤنی سازش رچی جو کھل گئی اور کامیاب نہ ہوسکی، بالآخر مسلمانوں کو اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ کم سے کم انھیں شہر بدر کردیا جائے؛ تاکہ مسلمان اندرون خانہ کی سازش سے محفوظ رہیں، یہ واقعہ ربیع الاول سنہ چار ہجری مطابق اگست ۶۲۵ء میں پیش آیا۔

● پھر ہجرت کے پانچویں سال اہل مکہ نے بنو غِطْفَان اور بعض دوسرے قبائل کو ساتھ لے کر دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر حملہ کردیا، یہودی قبائل جو مسلسل مسلمانوں کے ساتھ خفیہ طور پر غداری کررہے تھے، اور ان کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے، وہ بھی اس مشکل میں وقت میں اہل مکہ کے ساتھ ہوگئے، یہ مسلمانوں کے لئے بڑا نازک وقت تھا، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ''سلع'' نامی پہاڑ کے دامن میں طویل خندق کھدوائی گئی، اس خندق کی لمبائی پانچ ہزار گز اور چوڑائی نو گز تھی، مسلمانوں کے سامنے خندق تھی اور پیچھے پہاڑ تھے، بیس روز تک اہل مکہ کی طرف سے محاصرہ جاری رہا، بالآخر اللہ کی مدد شامل حال ہوئی، ایسا طوفان آیا کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے اور آپس میں اختلاف بھی پیدا ہوگیا، بالآخر ناکام و نامراد دشمنوں کی فوج واپس ہوئی، اس جنگ میں مشرکین کی فوج دس ہزار سے بھی زیادہ تھی، اہل ایمان کی کل تعداد تین ہزار تھی، آٹھ مشرکین مارے گئے اور چھ مسلمان شہید ہوئے، مسلمانوں کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا، مشہور قول کے مطابق شوال ۵ ہجری میں غزوۂ خندق ہوئی۔

● یہود کی اس بدعہدی کی وجہ سے جس سے مسلمان بار بار دوچار ہوچکے تھے، اور اس بار تو بدعہدی انتہا کو پہنچ گئی تھی، مسلمانوں نے جوابی کارروائی کی اور یہودیوں کے قبیلہ بنوقُرَیظَہ کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور پھر یہودیوں کی حَکَم بنائی ہوئی شخصیت حضرت سَعْد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر یہ جنگ ختم ہوئی، اس میں چار سو سے زیادہ یہودی مارے گئے۔

● ہجرت کے چھٹے سال آپ ﷺ نے عمرہ کے لئے چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ مکہ کا

رُخ کیا، مکہ میں قدیم روایت کے مطابق عمرہ سے کسی کو روکا نہیں جاتا تھا، اس لئے مسلمان احرام باندھ کر مدینہ سے نکلے؛ تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو، پھر بھی اہل مکہ کی طرف سے رکاوٹ پیدا کردی گئی، آپ ﷺ چوں کہ امن چاہتے تھے؛ اس لئے آپ ﷺ نے اہل مکہ کی شرطوں پر معاہدہ کرلیا، شرطیں یہ تھیں :

(۱)　مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

(۲)　آئندہ سال صرف تین دنوں کے لئے آئیں اور عمرہ کرلیں، اس موقع پر ان کے پاس تلوار کے علاوہ کوئی اور ہتھیار نہ ہو۔

(۳)　مکہ سے کوئی شخص مسلمان ہوکر مدینہ جائے تو اسے واپس کردیں، اور مدینہ سے کوئی شخص مرتد ہوکر مکہ آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۴)　دس سال کے لئے دونوں فریق میں ناجنگ معاہدہ رہے گا، اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے گریز کریں گے، نیز جو قبیلہ جس کا حلیف ہو، وہ اس معاہدہ میں شریک سمجھا جائے گا۔

چنانچہ بنوبکرؓ اہل مکہ کے حلیف ہوئے اور بنوخُزاعہ مسلمانوں کے، چوں کہ یہ صلح حدیبیہ نامی مقام پر ہوئی تھی، اس لئے اس کو ''صلح حدیبیہ'' کہا جاتا ہے، حدیبیہ میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کے ساتھ انیس دن قیام فرمایا، اس صلح کو قرآن مجید میں ''فتح مبین'' سے تعبیر کیا گیا ہے (سورۂ فتح:۱)؛ کیوں کہ اس صلح نے اہل مکہ اور عرب کے دوسرے قبائل میں دعوت اسلام کا راستہ کھول دیا، یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع سے آپ ﷺ کے ساتھ چودہ سو صحابہ ؓ تھے اور صرف دو سال بعد فتح مکہ کے موقع سے دس ہزار صحابہ ؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

● صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے بادشاہوں اور مختلف قبائل کے سرداروں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، یہ خطوط نہ صرف عرب کے قرب و جوار کے حکمرانوں قیصر و کسریٰ، نجاشی وغیرہ تک پہنچے؛ بلکہ شاہ چین تک بھی آپ نے مکتوبِ دعوت بھیجا، اور ان کوششوں سے جزیرۃ العرب کے بہت سے قبائل نے اسلام قبول کیا، خود حبش کے بادشاہ نجاشی بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اس سلسلہ میں چھ خطوط کا عام طور پر سیرت کی کتابوں میں ذکر آیا ہے :

(۱) اَصْحَمَہ نجاشی (شاہ حبش) سفیر: حضرت عَمرو بن اُمَیَّہ ضَمری رضی اللہ عنہ

(۲) ہِرَقْلْ (قیصر روم) سفیر: حضرت دِحْیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ

(۳) خُسْرُ و پَرویز (کسریٰ عجم) سفیر: حضرت عبداللہ بن حُذَافہ رضی اللہ عنہ

(۴) جُرَیج بن مَتّیٰ مُقَوْقِس (عزیز مصر) سفیر: حضرت حاطب بن بَلْتَعَہ رضی اللہ عنہ

(۵) حارث بن ابی شِمر غسانی (شاہ دمشق) سفیر: حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ

(۶) ھَوْذَۃُ بن علی حنفی (والیٔ یمامہ) سفیر: حضرت سَلِیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ

یہ خطوط آپ ﷺ نے سنہ چھ اور سات ہجری میں روانہ کئے۔

● مدینہ منورہ سے تقریباً چھیانوے میل کے فاصلے پر خیبر واقع تھا، اس شہر میں بہت سے قلعے قدیم زمانہ سے بنے ہوئے تھے، جس میں یہودیوں کے مختلف خاندان آباد تھے، جو یہودی مدینہ سے جلاوطن کئے گئے، ان میں سے بھی بہت سارے لوگ یہیں آکر مقیم ہو گئے، وہ مدینہ کے شمال مشرق میں واقع مشہور جنگجو قبیلہ 'بنو غِطفان' کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کے لئے کوشاں تھے، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو دوبار آپ ﷺ نے صورتِ حال کی تحقیق کے لئے نمائندے بھیجے، معلوم ہوا کہ خیبر کے یہود بنو غطفان اور دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر بڑے حملہ کی تیاری کررہے ہیں، چنانچہ حدیبیہ سے واپسی پر محرم سنہ سات ہجری میں آپ ﷺ نے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خیبر کی طرف کوچ کیا، یہودی قلعہ بند ہو گئے، چنانچہ ایک ماہ ان کا محاصرہ جاری رہا، اس جنگ میں ترانوے یہودی ہلاک ہوئے اور پندرہ مسلمانوں کی شہادت ہوئی، آخر اس بات پر صلح ہوئی کہ خیبر یہودیوں کے قبضے میں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ بطور خراج خیبر کے پیداوار کا نصف حصہ مدینہ کو ادا کیا کریں گے۔

● حدیبیہ میں طے پائے معاہدے کے مطابق ذوقعدہ سنہ سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے اور معاہدہ کی پوری پوری پاسداری کرتے ہوئے تین شب و روز کے بعد واپس ہوئے، اسی موقع سے اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔

● ہجرت کے آٹھویں سال ایک اہم واقعہ غزوہ مُؤتہ کا پیش آیا، آپ ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عُمَیر اَزدِی روم کے سرحدی علاقہ 'بَلقاء' سے گذر رہے تھے کہ قیصر روم کے گورنر شُرَحبیل عَمر وغَسّانی نے انھیں گرفتار کر کے شہید کر دیا، یہ بات واضح طور پر سفارتی آداب کے خلاف تھی، اس لئے آپ نے مسلمانوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا، بادشاہ روم ہرقل نے ایک لاکھ کی فوج مقابلہ کے لئے بھیجی، ان کے علاوہ مختلف عرب قبائل کے مزید ایک لاکھ جنگ جو اُن کے ساتھ ہو گئے، مسلمانوں کی فوج صرف تین ہزار نفوس پر مشتمل تھی، رسول اللہ ﷺ نے بالترتیب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو کمانڈر مقرر کیا کہ ان میں سے ایک شہید ہو جائے تو دوسرا اپنے ہاتھ میں کمان لے لے، اگر یہ تینوں شہید ہو جائیں تو جس پر لوگ متفق ہو جائیں، وہ مسلمانوں کا سپہ سالار ہوگا؛ چنانچہ یہ تینوں شہید ہو گئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھالی اور وہ بڑی حکمت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے، اسی موقع سے آپ ﷺ نے انھیں ''سیف اللہ'' کا خطاب دیا — اس جنگ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے اور محض تین ہزار لشکر کے ذریعہ دو لاکھ کی فوج کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے رومیوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

● ادھر ایسا ہوا کہ بنوبکرؔ اور بنوخُزاعہؔ کی پرانی خصومت جاگ اٹھی اور دونوں کے درمیان جم کر لڑائی ہوئی، اس لڑائی میں اہل مکہ معاہدہ کے مطابق غیر جانب دار نہیں رہے؛ بلکہ انھوں نے کھل کر بنوبکر کے ساتھ مل کر اور عین حرم میں بنوخزاعہ کے لوگوں پر حملے کئے اور بعض کو قتل کر دیا، بنوخزاعہ آپ ﷺ سے رُجوع ہوئے، آپ ﷺ جنگ سے بچنا چاہتے تھے؛ اس لئے آپ ﷺ نے مکہ اپنا سفیر بھیجا اور تین باتوں کی پیش کش کی: اہل مکہ یا تو بنوخزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کر دیں، یا بنوبکر سے اپنا تعلق توڑ لیں، یا پھر صلح حدیبیہ کی تنسیخ کا اعلان کریں، اہل مکہ نے کہا: ہمیں پہلی دو باتیں منظور نہیں، صرف تیسری صورت منظور ہے، اس طرح بنوخزاعہ کی حمایت میں مسلمانوں کو مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی، چنانچہ ۸ ھ میں دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ

آپ ﷺ مکہ کی طرف بڑھے، آپ ﷺ جنگ سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے ہر طرح کوشش کی کہ قتل وقتال کی نوبت نہ آئے، بالآخر پُر امن طریقہ پر مکہ فتح ہوگیا، کہیں کہیں اہل مکہ نے مزاحمت کی اور اس میں چند مشرکین مارے گئے، جن کی تعداد اکثر مؤرخین کے بقول تیرہ ہے، نیز دو مسلمان بھی شہید ہوئے، اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے تمام دشمنوں سے انتقام لے سکتے تھے، اور آپ ﷺ انتقام لینے میں حق بہ جانب بھی ہوتے، لیکن آپ ﷺ نے یک قلم انھیں معاف کردیا، اور فرمایا کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا، اسی طرح میں بھی تمہیں معاف کرتا ہوں، اب پھر کعبۃ اللہ میں ایک خدا کی عبادت ہونے لگی، جس کے لئے اس گھر کی تعمیر ہوئی تھی، ۲۰ رمضان المبارک آٹھ ہجری مطابق ۱۱ جنوری ۶۳۰ء روز جمعہ کو مکہ میں داخل ہوئے، مورخہ ۱۰ رمضان ۸ھ کو آپ ﷺ مکہ کے لئے نکلے تھے اور حنین و بنوثقیف کی مہم سے فارغ ہوکر ذوقعدہ میں آپ ﷺ مدینہ واپس ہوگئے۔

● فتح مکہ کے بعد غزوۂ حُنَین اور غزوۂ طائف کا واقعہ پیش آیا، حُنَین مقام کا نام ہے، اور یہاں قبیلہ بنو ہَوَازِن کے لوگ آباد تھے، اس لئے اس کو 'غزوۂ ہَوَازِن' بھی کہا جاتا ہے، فتح مکہ کے انیس دن بعد چھ شوال سنہ آٹھ ہجری روز ہفتہ کو مسلمانوں کی فوج نے حنین کی طرف کوچ کیا، اس جنگ میں ابتداءً مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی؛ لیکن پھر وہ سنبھل گئے اور بالآخر مسلمان فتح یاب ہوئے، جنگ میں دشمن کے ستر آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں چار شخص شہید ہوئے، بعض مؤرخین نے شہداء کی تعداد اس سے زیادہ بھی لکھی ہے۔

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت اور احکام شریعت کی تعلیم نیز دعوتِ دین میں یکسو ہوگئے، عبادات، معاملات، عائلی زندگی، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات وغیرہ سے متعلق احکام وقوانین مدینہ ہی کی دس سالہ زندگی میں نازل ہوئے۔

● رجب سنہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا، اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ شام کی رومی حکومت اور بعض عرب قبائل خاص کر عیسائیوں کی طرف سے مدینہ کے خلاف فوجی تیاری اور جنگی عزائم کی مسلسل اطلاع آرہی تھی، اس وقت کے حالات کے تحت یہ بات ضروری محسوس ہوئی کہ مسلمان خود آگے بڑھ کر اس صورت حال کو دیکھیں اور ضرورت ہو تو آگے بڑھ کر

دشمن کی تیاری کو تباہ کردیں ؛ چنانچہ آپ ﷺ نے اس مہم کی تیاری کا اعلان فرمادیا ، رجب سنہ ۹ ہجری کی ایک جمعرات کو ایک بڑی فوج لے کر آپ ﷺ نکلے ، جس کی تعداد تیس سے ستر ہزار بتلائی گئی ہے ، فوج میں دس ہزار گھوڑ سوار اور بارہ ہزار اونٹ سوار بھی تھے ، بالآخر مدینہ سے چل کر آپ ﷺ تبوک میں مقیم ہوئے جو مدینہ سے کم و بیش سات سو کیلو میٹر پر واقع ہے ، یہاں آپ ﷺ کا قیام کم سے کم بیس دن رہا ، کئی قبائل کے لوگوں نے خود آ آ کر آپ ﷺ کی اطاعت قبول کی اور بادشاہ روم ہرقل اپنے پایہ تخت حمص میں ہی مقیم رہا ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں اور روم کے قریب آباد عرب نصرانیوں پر بھی مسلمانوں کی طاقت کا رعب بیٹھ گیا اور پھر انھیں مدینہ کی طرف غلط نظر سے دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی ۔

● سنہ ۹ ہجری میں حج فرض ہوا ، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا نمائندہ بنا کر تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کے لئے روانہ فرمایا ، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی طرف سے اعلان کیا کہ آئندہ حج میں کسی مشرک کو شامل ہونے اور بے لباس بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی ۔

● ہجرت کے نویں سال کو '' عام الوفود '' کہا جاتا ہے ، یعنی اسلام کی دعوت اب عرب اور جزیرۃ العرب سے باہر جاچکی تھی اور مختلف قبائل کے وفود رضا کارانہ طور پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے تھے ، اور ان کی تربیت کی جاتی تھی ؛ اسی لئے اس کو وفود کا سال کہا جاتا ہے ، سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کی خدمت میں سو سے زیادہ وفود کی حاضری کا ذکر ملتا ہے ۔

● ہجرت کے دسویں سال آپ ﷺ نے حج کیا اور تمام مسلمانوں سے خواہش فرمائی کہ وہ بھی حج میں آپ کے ساتھ رہیں ، یہی چوں کہ آپ ﷺ کا آخری حج تھا اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم سے آخری ملاقات تھی ، اس لئے اس کو '' حَجۃ الوِداع '' کہتے ہیں ، حج کے موقع سے آپ نے مکہ ، منیٰ اور عرفات میں کئی خطبات دیئے ، یہ گویا آپ ﷺ کی طرف سے اُمت کے لئے وداعی خطاب تھا ، خود عرفات کا خطبہ وہ یادگار خطبہ ہے جسے بنیادی انسانی حقوق کا چارٹ قرار دیا جاسکتا ہے ، اس حج میں آپ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ، اکثر مؤرخین نے ایک لاکھ

۲۴ ہزار کی تعداد لکھی ہے، بعض حضرات نے ایک لاکھ چوالیس ہزار تک بھی لکھی ہے۔

● ہجرت کے گیارہویں سال ۲۹ صفر، پیر سے آپ ﷺ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا، اس علالت میں کئی دنوں آپ ﷺ جماعت سے نماز نہیں ادا کر سکے، اور آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی، ۱۲/ربیع الاول، پیر کے دن، دن چڑھتے ۶۳ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، آخری فقرہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا، وہ تھا: ''أنت الرفیق الأعلی'' — تجہیز و تکفین منگل کے دن ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلقین پر لوگوں نے تنہا تنہا آپ ﷺ پر نماز جنازہ پڑھی، چہارشنبہ کو نصف شب میں تدفین عمل میں آئی۔

پاک بیویاں اور اولاد

پیغمبر کی زندگی عام انسانوں کی زندگی سے مختلف ہوتی ہے، ان کا عمل نمونہ ہوتا ہے اور یہ بات ضروری ہوتی ہے کہ اس کی زندگی کا پورا ریکارڈ اُمت کے لئے محفوظ ہوجائے؛ اسی لئے انبیاء کو عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھی اس خصوصی حکم کے تحت گیارہ نکاح فرمائے، ان میں بعض نکاح ان لوگوں کی قربانی کا حق ادا کرنے کے لئے تھا، جنھوں نے اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان کر دیا تھا، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ، بعض نکاح آپ ﷺ نے ان خواتین کی دل داری کے لئے فرمایا، جنھوں نے اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، اور وہ بے سہارا ہوگئی تھیں، جیسے حضرت اُم حبیبہ بنت اَبی سُفیانؓ، جن کے والد مشرکین مکہ کے سردار تھے، بعض نکاح کا مقصد اس قبیلہ کے لوگوں کو اسلام سے مانوس کرنا اور دعوتِ حق کے قریب کرنا تھا، جیسے حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ، اسی طرح حضرت زَینب بنت جَحشؓ نکاح لے پالک کی قدیم رسم کو ختم کرنے کے لئے ہوا؛ کیوں کہ ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لے پالک تصور کئے جاتے تھے، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ لے پالک کو صلبی بیٹے کا درجہ دیتے ہوئے اس کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے۔

بحیثیتِ مجموعی ان ازواج مطہرات کے ذریعہ دین کی نشر واشاعت میں بے حد مدد ملی، تفسیر قرآن، روایتِ حدیث، احکام فقہیہ اور بالخصوص خواتین سے متعلق مسائل بیان کرنے میں حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت اُم سَلَمہؓ اور حضرت میمونہؓ وغیرہ سے اُمت کو جو نفع پہنچا، وہ کسی اور سے نہیں پہنچ سکتا تھا، ازواجِ مطہرات سے نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر کو دیکھنے سے انداز ہوتا ہے کہ ۵۴ سال کی عمر تک آپ ﷺ کے نکاح میں ایک ہی بیوی رہیں، حضرت خدیجہؓ اور حضرت سودہؓ، جو عمر میں بھی آپ سے بڑی تھیں، باقی نکاح ۵۴ سے ۵۹ سال کے درمیان ہوئے، دوسرے ان تمام ازواج میں صرف حضرت عائشہؓ کنواری تھیں، بقیہ خواتین بیوہ یا مُطَلَّقہ تھیں، اگر کوئی شخص اپنی نفسانی آسودگی کے لئے زیادہ شادیاں کرے تو عام طور پر ۳۰ سال کے اندر ایسی شادیاں کی جاتی ہیں اور خصوصیت سے کنواری لڑکیوں سے شادی کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے، اس سے ان بدقماش مغربی مصنفین کی تردید ہوتی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کو — نعوذ باللہ — غلط معنی پہناتے ہیں۔

ذیل میں ازواج مُطَہَّرات کے نام، ان کی ولادت، وفات، سنہ نکاح اور حضور ﷺ کے ساتھ رفاقت کی مدت تحریر کی جاتی ہے :

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ولادت	سنہ نکاح	اُم المومنین کی عمر بوقت نکاح	سنہ وفات	حضورؐ کی خدمت میں رہنے کی مدت	حضور ﷺ کی عمر مبارک بوقت نکاح
۱-	حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	۵۵۵ء	۱۵ سال قبل نبوۃ	۴۰ سال	۱۰ نبوی	۲۵ سال	۲۵ سال
۲-	حضرت سَوْدَہؓ	۵۷۰ء	۱۰ نبوی	۵۰ سال	۱۹ھ	۱۴ سال	۵۰ سال
۳-	حضرت عائشہ صدیقہؓ	۶۱۴ء	شوال ۱۰ نبوی	۹ سال	۵۷ھ	۹ سال	۵۴ سال
۴-	حضرت حفصہؓ	۶۰۵ء	شعبان ۴ھ	۲۲ سال	۵۱ھ	۲/۱ ۷ سال	۵۵ سال
۵-	حضرت زینب بنت خزیمہؓ	۵۹۵ء	صفر ۴ھ	۳۰ سال	۴ھ	۳ ماہ	۵۵ سال
۶-	حضرت اُم سلمہؓ	۶۰۲ء	۴ھ	۲۶ سال	۵۹ھ	۷ سال	۵۶ سال
۷-	حضرت زینب بنت جحشؓ	۵۹۲ء	۵ھ	۲۶ سال	۲۰ھ	۶ سال	۵۷ سال
۸-	حضرت جُوَیرِیہؓ	۶۰۸ء	شعبان ۵ھ	۲۰ سال	۵۶ھ	۶ سال	۵۷ سال
۹-	حضرت اُم حبیبہؓ	۶۰۳ء	۶ھ	۲۶ سال	۴۴ھ	۶ سال	۵۷ سال
۱۰-	حضرت صفیہؓ	۶۱۳ء	۷ھ	۱۷ سال	۵۰ھ	تقریباً ۴ سال	۵۹ سال
۱۱-	حضرت مَیمونہؓ	۵۹۴ء	۷ھ	۳۶ سال	۵۱ھ	۴/۱ ۳ سال	۵۹ سال

آپ ﷺ کو چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہوئے، صاحبزادوں کے نام یہ ہیں :

(۱) حضرت قاسم۔

(۲) حضرت عبداللہ۔

(۳) حضرت ابراہیم۔

صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں :

(۱) حضرت زَینبؓ: ان کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ سے ہوا۔

(۲) حضرت رُقَیَّہؓ: ان کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا۔

(۳) حضرت اُم کُلثُومؓ: حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے ان کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا، اسی لئے حضرت عثمانؓ 'ذوالنورین' (دونور والے) سے ملقب ہوئے۔

(۴) حضرت فاطمۃ الزَہراءؓ: آپ کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کَرَّم اللہ وجہہ سے ہوا اور آپ ہی سے حضور ﷺ کی نسل چلی۔

تینوں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے، حضرت ابراہیم کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے ہیں، حضرت ابراہیم آپ ﷺ کی باندی حضرت مارِیَہ قِبطِیَّہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

• • •

کمپیوٹر کتابت: محمد نصیر عالم سبیلی (العالم اُردو کمپیوٹرس حیدرآباد، فون نمبر: 9959897621)